Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Explanation of the attributes of believers in the light of Surah Al-Furqan

سورۃ الفرقان کی روشنی میں اہل ایمان کے اوصاف وخصائل کا بیان

Dr. Maryam Raza
Lecturer, Islamic studies department, University of Sargodha.
maryamraza848@gmail.com
Asiya Batool
Lecturer, Islamic studies department, University of Sargodha.
asiyaumersgd1992@gmail.com

Abstract

The holy Quran highlights numerous virtues of believers, showcasing the qualities Allah expects from those closest to Him. These virtues are mentioned both as 'models of ideal behavior' illustrating exemplary character traits and as 'clear instructions' aimed at refining human conduct. Their versatility spans ethical, economic, social, and worship-related dimensions, guiding believers toward comprehensive excellence.In the 'final section of Surah Al-Furqan' Allah outlines specific qualities that touch both individual and collective life, offering a roadmap for believers to attain proximity to Almighty Allah. These qualities encompass: Humility and modesty' in worship and daily interaction.
Steadfastness in truth' and avoidance of falsehood. Compassion and generosity toward others, especially the needy Responsible stewardship' of resources, reflecting ethical economic practices Integrity in social dealings, fostering trust and unity within the community. By embodying these traits, believers align themselves with divine expectations, ensuring both personal growth and societal harmony.

تمہید:

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے جابجا مؤمنین کی مختلف عمدہ صفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے مخاطبین کو یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ کن صفات کے ساتھ متصف ہو کر اللہ تعالی کا مقصود بندہ بنا جا سکتا ہے۔ کہیں سابقین کی عمدہ صفات کا تذکرہ کر کے اسے بطور ماڈل وراہ نما پیش کرتے ہیں اور کہیں ہدایات کی شکل میں تعلیم دے کر انسانوں کے عمل و کردار کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اپنے شان کے مطابق آیتیں نازل فرماتے رہتے۔ یہ عمدہ صفات اور ہدایات عبادات سے متعلق بھی ہوتے ہیں۔ معیشت و معاشرت اور عمل و کردار کے متعلق بھی ہوتے ہیں۔ مثلا سورۃ المؤمنون کے ابتدائی آیات میں عبادات اور جامعہ کے اصلاح ورشد کے لیے بہترین ہدایات موجود ہیں۔ سورۃ الحجرات تو گویا پوری سورۃ ہی اسلامی سوسائٹی کا سنگ بنیاد اور اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے۔ یہ سورۃ ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی جب اسلامی تعلیمات مجموعی طور پر لوگوں کے رجحانات پر اثر انداز ہوئے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے رہیں۔ اسی لیے اللہ تعالی نے دائرہ اسلام میں نئے داخل

ہونے والوں کو رسول اللہ ﷺ کے زبان مبارک سے جامعہ کے اصلاح کے لیے آداب و اخلاق بتلا کر انھیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔
سورۃ العصر مختصر سی سورۃ ہے لیکن انسانیت کی فلاح و کامیابی کے لیے جو چار اصول اس سورۃ میں بیان کیے گئے ہیں وہ کامیابی کے اصل الاصول ہیں۔ اسی طرح سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں اللہ تعالی نے کامیاب لوگوں کی کچھ صفات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے انھیں "عباد الرحمان" کی خاص نسبت سے یاد فرمایا جس سے ان صفات سے متصف بندوں کے علو شان کا پتا لگانا مشکل نہیں ہے۔
یہاں ان صفات میں سے ہر ایک کو نمبر وار بیان کیا جائے گا۔

پہلی صفت چال میں تواضع

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا۔
"اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں"
اکڑ کر چلنا تکبر کی علامت ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اکڑ کر چلنے کی مذمت بیان کی گئی ہے
انک لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولا [۱]
"تو نہ زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ تمھارا سر آسمان سے ٹکرائے گا۔"
بلاوجہ دوڑنا بے وقوفی ہے اور آہستہ آہستہ چلنا متکبرین کی علامت ہے۔ میانہ روی اختیار کرنا وقار کی علامت ہے سورۃ القمان میں ہے
وقصد فی مشیک[۲]
"اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو"
حدیث میں ہے۔
یایھاالناس علیکم بالوقار السکینة [۳]
"اے لوگو: تم پر طمینان اور وقار لازم ہے"
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا جو آہستہ آہستہ چل رہا تھا آپ نے ان سے پوچھا۔
کیا تم بیمار ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا چال ہے؟ خبر دار! جو اب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا۔ [۴]
احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے چلنے اور رفتار کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ وقار و اطمینان کی ہے، ابن ابی سیار کی روایت میں ہے کہ "آپ ﷺ جب چلتے تو مضبوط قدم اٹھاتے، بیمار اور سست کی طرح نہ چلتے۔ [۵]
علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: ھون کا معنی یہ ہے کہ سکون و وقار کے ساتھ بلا تکبر اور کندھا ہلائے بغیر چلتے، ایسا جیسے بلندی سے نشیبی زمین کی جانب [۶]
حلم اور تواضع کیا ہے؟ اسے بہتر طور پر اپنے ضد کے لفظ سے پہچانا جا سکتا ہے۔ عربی کا مشہور قاعدہ ہے " تعرف الاشیاء باضدادھا" چیزیں اپنے ضد کے ذریعے پہچانے جا سکتے ہیں۔ تواضع کی ضد تکبر ہے، جو کہ اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تکبر کی یہ تعریف کی ہے:

اپنے کو کسی کمال کے اعتبار سے دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس وقت صرف اپنے کمال اور اس کے نقص کی طرف التفات ہو اور یہ حکم ذہن میں نہ ہو کہ شاید یہ شخص اپنے کمال کے سبب مجموعی طور پر مجھ سے برتر درجہ رکھتا ہو۔ [۷]

تکبر اور متکبرین کے ذم میں بہت ساری آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔
ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین [۸]

"بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے"

انه لایحب المستکبرین (۹)

"بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں"

"روایات میں بھی متکبرین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر (گھمنڈ) ہو، اور جہنم میں داخل نہیں ہو گا یعنی وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو"(۱۰)

دوسری صفت حلم

واذا خاطبہم الجاهلون قالو سلاما

"اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں"

مومنین کی دوسری صفت حلم ہے۔ انہیں اشتعال دلا کر مشتعل نہیں کیے جاسکیں گے۔ وہ صبر تحمل سے کام لے کر معاملات حل کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ رویہ ہر ایک کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ جب جاہل، بے علم اور غیر مہذب لوگ ان سے بات کرنے لگے تو وہ جاہلوں کی عادت کے مطابق ان سے الجھتے نہیں ہیں بلکہ سلام کہہ کر انھیں نظر انداز کرتے ہیں۔ سورۃ القصص میں بھی اللہ تعالی نے دوہرے اجر کمانے والوں کی یہی صفت بیان فرمائی ہے۔

واذا سمعو اللغواعرضوعنه وقالو لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلٰم علیکم لانبتغی الجاهلین (۱۱)

"اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، سلام ہو تم پر ہم جہالت والوں کے ساتھ نہیں الجھتے"

پیغمبر ﷺ کے قیام مکہ کے دور میں حبشہ سے کچھ لوگ آپ ﷺ کی شخصیت پر تحقیق کرنے کے غرض سے آئے، حضور ﷺ سے کچھ سوالات کیے آپؐ نے ان کے سامنے قرآن کریم کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور ایمان لایا، جب واپس جانے لگے تو ابو جہل اور دیگر مشرکین نے ان پر طنزیہ آوازیں کسنی شروع کیں، ان سے کہا آپ سے زیادہ جاہل ہم نے کبھی نہیں دیکھے، ایک شخص کی تحقیق کے لیے حبشہ سے آئے اور انہی کے غلام بن کر لوٹ رہے ہیں، اس پر نو مسلم لوگوں نے جو تاریخی الفاظ کہے وہ اس آیت میں مومن کی مذکورہ صفت کا عملی نمونہ ہے۔

" سلام علیکم لا نجاهلکم لنا ما نحن علیه و لکم ما انتم علیه لم نأل انفسنا خیرا"(۱۲)

"ہم تمہیں سلام کرتے ہیں، ہمیں معاف کیجیے ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دینا چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہیں اس کا وہی حصہ ہے ہم نے اپنے لیے خیر چاہنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی"

بہت سارے مسائل بے جا اور غیر ضروری بحث و مباحثہ سے جنم لیتے ہیں، نفرتیں اسی سے بڑھتی ہیں، بسا اوقات وقار، شرافت اور سنجیدگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے جس سے اعراض کیا جائے تو وقار، سنجیدگی اور شرافت سبھی محفوظ رہتے ہیں۔

تیسری صفت مداومت بر نماز تہجد

"والذین یبیتون لربہم سجدا و قیاما۔"

"اور جو راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں اور (کبھی) قیام میں"

اللہ تعالی کے خاص بندوں کی تیسری صفت شب بیداری اور نماز تہجد کی پابندی ہے۔ رات کی عبادت نہایت مشقت والی ہے، اس لیے اسے خصوصیت کے ساتھ خاص بندوں کی صفت کے طور پر ذکر کیا۔ عموماً عشا اور فجر کے درمیان کا وقت نہایت پر سکون اور یک سوئی کا ہوتا ہے یہ وقت جس طرح آرام کے لیے زیادہ موزوں ہے اسی طرح پوری یک سوئی اور دل جمعی کے ساتھ عبادت کے ذریعے نفس کی ریاضت بھی ممکن ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی نے رات کی عبادت نفس کی ریاضت کے لیے بہترین قرار دیا ہے۔

ان ناشئة اليل هي اشد وطأ واقوم قيلا (۱۳)

رات میں نماز کے لیے کھڑا ہونا نفس کو بہت زیادہ دبانے والا عمل ہے اور اس وقت دعا یا قرأت میں جو زبان سے نکلتا ہے وہ بالکل ٹھیک اور دل کے مطابق (یعنی دل سے نکلتا ہے۔) ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے تہجد پڑھنے پر نبی کریم ﷺ کو مقام محمود دینے کا وعدہ فرمایا ہے، چناں چہ ارشاد ہے۔

ومن اليل فتهجد به نافلة لک عسى ان يبعثک ربک مقاما محمودا (۱۴)

"اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھو جو تمہارے لیے زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ تمہارا رب تم کو مقام محمود میں جگہ دے گا"

رسول اللہ ﷺ کے تہجد کی کیفیت

رسول اللہ ﷺ نے سفر و حضر میں کبھی بھی تہجد کی نماز ترک نہیں فرمائی، جب کبھی نیند غالب آنے یا کسی دوسری وجہ سے رہ جاتی تو دن میں بارہ رکعت پڑھ لیا کرتے۔ البتہ تہجد کی کیفیت کے بارے میں کتب احادیث میں مختلف روایات موجود ہیں۔ وتر سمیت کبھی سات، کبھی نو، کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ رکعات کی روایات موجود ہیں۔ قرأت کبھی بلند آواز سے کبھی پست آواز سے فرماتے۔ کبھی ارکان عام عادت کے خلاف نہایت طویل فرماتے کبھی مختصر، کبھی پہلی دو رکعتیں مختصر باقی رکعتیں طویل اور کبھی پوری نماز طویل پڑھتے۔ الغرض! کئی کیفیات کا تذکرہ روایات میں موجود ہیں۔ ذیل میں کچھ روایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسروق تابعی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا (کہ آپ ﷺ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے) تو انہوں نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت کے علاوہ سات اور نو اور گیارہ۔ (۱۵)

اس روایت میں رکعتوں کی مختلف تعداد ذکر کی گئی ہے۔ کبھی سات رکعت (چار رکعت تہجد تین رکعت وتر) کبھی نو رکعت (چھے رکعت تہجد تین رکعت وتر) اور کبھی گیارہ رکعت (آٹھ رکعت تہجد تین رکعت وتر) ہیں۔ قرأت بھی حضور ﷺ کبھی بلند آواز سے اور کبھی پست آواز سے فرماتے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں قرأت کبھی بلند آواز سے کرتے تھے اور کبھی آہستہ پست آواز سے" (۱۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو (تہجد کی) نماز پڑھتے دیکھا ہے چناں چہ (ان کا بیان ہے کہ) "رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ کہا: ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ تعالیٰ، ملک، غلبہ، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحانک اللھم پڑھ کر سورت بقرہ کی قرأت فرمائی اور اس کے بعد رکوع کیا آپ ﷺ کا رکوع (تقریباً) قیام کے برابر تھا رکوع میں آپ ﷺ نے سبحان رب العظیم کہا اور آپ کا کھڑا ہونا یعنی قومہ (تقریباً آپ کے رکوع کے برابر تھا اور (رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے لربی الحمد (میرے پروردگار ہی کے لیے ساری تعریف ہے) پھر سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے سجدہ کی مقدار آپ کے قومے کے برابر تھی اور سجدے میں آپ ﷺ کہتے سبحان ربی الاعلی پھر آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) اپنے سجدے

کے برابر بیٹھتے اور یہ کہتے رب اغفرلی رب اغفرلی (اے میرے رب! مجھے بخش دے اے میرے رب! مجھے بخش دے) اسی طرح آپ ﷺ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ان (چاروں رکعتوں میں) سورت بقرہ، سورت آل عمران، سورت نساء اور سورت مائدہ یا سورت انعام پڑھیں (حدیث کے راوی) شعبہ کو شک واقع ہوگیا ہے کہ حدیث میں آخری سورت مائدہ کا ذکر گیا تھا یا انعام کا"(۱۷)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خلاف معمول ارکان طویل ادا فرمائے۔ اس نوع کی احادیث دیگر راویوں سے بھی منقول ہے جس میں اس کیفیت کا اضافہ بھی ہے کہ حضور ﷺ رحمت کی آیات پر ٹھہر ٹھہر کر رحمت کی دعا مانگتے اور عذاب والی آیات پر گڑ گڑا کر اللہ کی عذاب سے پناہ مانگتے۔

شب بیداری اور نماز تہجد اللہ تعالی کے نیک بندوں کی صفت ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی خاص صفت کے طور پر ذکر فرمایا۔

چوتھی صفت: خوف از عذاب آخرت

والذین یقولون ربناصرف عناعذاب جهنم ان عذابها کان غراما

"اور جو یہ کہتے ہیں کہ: ہمارے پروردگار! جہنم کے عذاب کو ہم سے دور کیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا عذاب وہ تباہی ہے جو چمٹ کر رہ جاتی ہے"

اللہ تعالی کے خاص بندوں کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شب بیداری، تہجد، حلم وبردباری، تواضع اور تقویٰ کے باوجود اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ انہیں اپنی عبادات پر فخر وناز نہیں ہے کہ یہی ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات دیں گی بلکہ وہ اللہ تعالی کے رحم وکرم کی امید کرتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے نجات کی دعا مانگتے ہیں۔ سورۃ النور میں بھی اللہ تعالی نے مقرب بندوں کی یہی خصوصیت بیان فرمائی ہے کہ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

یخافون یوما تتقلب فیه القلوب والابصار (۱۸)

جس طرح جنت کی نعمتوں اور راحتوں کا اس دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ ادنی مناسبت نہیں ہے اسی طرح دوزخ کی تکالیف اور مصیبتوں کا بھی اس دنیا کی مصیبتوں کے ساتھ ادنی مناسبت نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں مذکور جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی مصیبتوں سے ہمیں دنیا کی راحتوں اور مصیبتوں کا تصور ذہن میں آتا ہے ورنہ جنت کی راحتیں جتنی فرحت بخش اور دوزخ کی مصبتیں جتنی ہول ناک ہیں اس کا تصور بھی محال ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نہ جنت کی راحتیں اپنے اعمال کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی دوزخ کی تکالیف سے اعمال کے ذریعے بچا جاسکتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں پر یہ حقیقت حال منکشف ہے، اسی لیے وہ تہجد اور دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی سے دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں بھی اللہ تعالی نے نیک بندوں کی یہی خاصیت ذکر کی ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائی مانگنے کے ساتھ دوزخ کے عذاب سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وقنا عذاب النار (۱۹)

"ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیجیے"

سورہ آل عمران میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کامیاب بتایا ہے جنہیں دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیے گئے۔ چناں چہ ارشاد ہے

فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز (۲۰)

دوزخ کی آگ کس قدر ہول ناک ہے اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد گرامی سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تمہاری اس دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہی (دنیا کی آگ) کافی تھی؟ آپ نے فرمایا دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں انہتر درجہ بڑھا دی گئی ہے اور ایک درجہ کی حرارت آتش دنیا کی حرارت کے برابر ہے"(۲۱)

اسی ہول ناکی سے خود کو اور اپنے اہل کو بچانے کے لیے اللہ تعالی نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے

یا ایہاالذین آمنو قو انفسکم و اهلیکم نا را و قودها الناس والحجارة علیها ملائكة غلاظ شداد لایعصون الله ما امرهم و یفعلون مایؤمرون (۲۲)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے"

لہذا اللہ تعالی کے نیک بندے عبادات و ریاضات کے ساتھ ساتھ جہنم کی آگ سے بچنے کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں کیوں کہ یہ عارضی اور مستقل رہنے کے لیے نہایت بری جگہ ہے

انہا ساءت مستقرا ومقاما (۲۳)

پانچویں صفت: اعتدال و اقتصاد

"والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا وکان بین ذالک قواما"

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا طریقہ (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔

یہ اللہ کے مقرب بندوں کی پانچویں صفت ہے کہ مال خرچ کرنے میں نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل و تنگی۔ ان کا معاملہ افراط و تفریط سے خالی ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی بھی کام میں اعتدال کو برقرار رکھنا مشکل ترین کام ہے اور اللہ کے نیک بندے خرچ کرنے میں بھی اعتدال کو برقرار رکھتے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری نے حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ابن جریج کی روایت سے نقل کیا ہے:

"معصیت کے راستے میں خرچ کرنے کو اسراف کہا جاتا ہے چاہے کتنی ہی قلیل مقدار میں ہو اور اقتار اللہ کا حق روکنا ہے"(۲۴)

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

کلو وشربو ولاتسرفو (۲۵)

"کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے:

"حلال کو حرام کرلے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے، یا اناپ شناپ بے تمیز یا ور حرص سے کھانے پر گر پڑے، یا بدون اشتہا کھانے لگے، یا ناوقت کھائے، یا اس قدر کم کھائے کہ جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لیے کافی نہ ہو یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیر ذالک۔ لفظ اسراف ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے"(۲۶)

اقتار اللہ کا حق روکنا ہے، یعنی جن مواقع پر اللہ تعالی نے خرچ کرنے کا کہا ہے وہاں خرچ نہ کرنا بخل کہلاتا ہے۔ اور بخل بہت بڑی بیماری اور عیب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ای داءٍ ادوء من البخل (۲۷)

"بخل سے بڑھ کر کون سی بیماری ہو سکتی ہے

ترمذی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

خصلتان لا تجتمعان في مؤمن: البخل، وسوء الخلق (۲۸)

"مومن کے اندر دو خصلتیں بخل اور بد اخلاقی جمع نہیں ہو سکتیں"

اس آیت کے ذیل میں مولانا مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں بہترین بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسلامی نقطہ نظر سے اسراف تین چیزوں کا نام ہے۔ ایک ناجائز کاموں میں دولت صرف کرنا، خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے جائز کاموں میں خرچ کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر جانا، خواہ اس لحاظ سے کہ آدمی اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ کرے۔ یا اس لحاظ سے کہ آدمی کو جو دولت اس کی ضرورت سے بہت زیادہ مل گئی ہو اسے وہ اپنے ہی عیش اور ٹھاٹ باٹ میں صرف کرتا چلا جائے۔ تیسرے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا، مگر اللہ کے لیے نہیں بلکہ ریا اور نمایش کے لیے۔ اس کے برعکس بخل کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات پر اپنی مقدرت اور حیثیت کے مطابق خرچ نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے"[۲۹]

اسلامی تعلیمات کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت اس معاملے میں اعتدال کی بہترین تشریح ہے۔

ولا تجعل یدک مغلولة الٰی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا [۳۰]

"اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ رکھو، اور نہ (ایسے فضول خرچ بنو کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تمہیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے"

یہاں تک جو صفات ذکر کی گئی وہ سب طاعات تھیں جنہیں مؤمنین بجالاتے ہیں اس کے بعد معصیات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ مؤمنین صرف طاعات نہیں کرتے بلکہ معصیات سے بھی خود کو بچاتے ہیں۔

چھٹی صفت: توحید اور اخلاص فی العبادت

والذین لایدعون مع اللہ الٰها آخر

"اور جو اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے"

شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور قرآن مجید میں صراحت کی گئی ہے کہ مشرک کی مغفرت نہیں کی جاتی۔ سورۃ النساء میں ہے

ان اللہ لایغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضللا بعیدا [۳۱]

"بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ بہک کر دور جا گرا"

اللہ تعالی کو اپنے جملہ صفات عالیہ میں واحد و یکتا ماننے کا کامل عقیدہ رکھنا اور اس کے ساتھ کسی بھی شریک و ہم سر کی نفی کرنا توحید کہلاتا ہے۔ اللہ تعالی کے نیک بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ شرک کے ہمہ انواع و اقسام سے پاک ہیں۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اسی آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسی ایک ذات نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ (اس کا کوئی شریک نہیں ہے) میں نے کہا پھر کون سا گناہ بہت بڑا ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، میں نے کہا پھر کون سا گناہ بہت بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے"[۳۲]

ساتویں صفت: ترک کشت وخون اور فتنہ وفساد سے بیزاری

ولایقتلون النفس التی حرم الله الا با لحق

"اور جس جان کو اللہ نے حرمت بخشی ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے"

انسان کی جان کو اللہ تعالی نے بہت احترام دیا ہے۔ اسے دکھ پہنچانا بھی کبیرہ گناہ ہے چہ جائے کہ ناحق قتل کر دیا جائے۔ حق قتل وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ جیسے قصاص، مرتد کا قتل اور محصن زانی کا قتل وغیرہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے لکھا ہے:

"حق سے مراد یہاں وہ قانونی صورتیں ہیں جن صورتوں میں کسی انسان کی جان لی جاسکتی ہے۔ یعنی قتل کے بدلے قتل، مرتد کا قتل، حربی کافر کا قتل اور شادی شدہ زانی کا رجم "(۳۳)

اسلام میں قتل کی سنگینی: کسی انسان کو قتل کرنا سنگین جرم ہے۔ اسلام میں اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت بچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ قتال کے باب میں آج مغرب میں اسلام کی جو منفی تصویر پیش کی گئی ہے اس کے کچھ بیرونی اسباب کے ساتھ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی بھی ہے کہ ان میں مسلح ذہنیت اس درجہ کھوٹ کھوٹ کر بھری ہے کہ محض خوش نما عنوانات کے تحت بھی قتل جیسے سنگین جرائم کا بھی ارتکاب کرتے ہیں جسے مغرب میں اسلام کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ حالاں کہ اسلام کچھ ہے اور مسلمان کچھ اور۔ نظریات کا موازنہ اعمال کے ساتھ کیا جائے گا تو وہی رویے سامنے آئیں گے جو آج مغرب میں اسلام کے مقابلے میں آرہے ہیں۔ حالاں کہ اسلام نے انسان کو حرمت دی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

"من اجل ذالک کتبنا علٰی بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکأنما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فکأ نما احیا الناس جمیعا" (۳۴)

"اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے، جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو شخص کسی کی جان بچا لے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالی کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید اور تباہ ہو جانا ہلکا واقعہ ہے "(۳۵)

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلام نے انسانی جان کو جس قدر حرمت بخشی ہے اس سے کہیں زیادہ اس معاملے میں بے باکی وبے پرواہی برتی جاتی ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر معمولی سی بات پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی خبریں میڈیا میں آتی رہتی ہیں، گویا ہماری میڈیا میں قتل کی خبریں معمول کی خبروں میں شامل ہے، یہ اس کا ثبوت ہے کہ انسانی جان کو وہ احترام نہیں دی جاتی جو احترام اسے اس کے رب نے دیا ہے۔

آٹھویں صفت زنا سے پرہیز

ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما

"اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا"

شرک اور قتل کی طرح زنا بھی اکبر الکبائر ہے۔ زنا ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جس سے ایک طرف تو انسانوں کے نسب مشکوک بلکہ ختم ہو جاتے ہیں جبکہ دوسری جانب اس کے نتیجے میں نکاح جیسی عظیم الشان سنت نبوی کی اہمیت گھٹ جاتی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں زنا کے دواعی سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

ولا تقربو الزنا (۳۶)

"زنا کے قریب بھی نہ جاؤ"

احادیث میں زنا پر نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

لایزنی الزانی حین یزنی وھومؤمن۔[۳۷]

"کوئی زانی مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا"

یعنی زنا کرتے ہوئے وہ اپنے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تین بڑی گناہوں کے ذکر کرنے کے بعد اب اس کی سزا بیان ہو رہا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

ومن یفعل ذالک یلق اثاما [۳۸]

"اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا"

یضعف لہ العذاب یوم لقیامة و یخلد فیہ مہانا [۳۹]

"قیامت کے دن ان کا عذاب بڑھا بڑھا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل ہو کر اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا"

یہ مشرکین کی سزا کا بیان ہے، مومنین اپنے گناہوں کی سزا پا کر دوبارہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور مشرکین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔ آگے کی دو آیات میں ان لوگوں کو عذاب سے مستثنا کیے گئے جو توبہ کرے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کریں، اللہ تعالی چوں کہ اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان اور انھیں بخشنے والے ہیں اس لیے توبہ، ایمان اور عمل صالح کے بعد ان کی گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کریں گے۔ یہ اس لیے کہ در حقیقت جو لوگ توبہ اور نیک عمل کرتے ہیں وہ ٹھیک ٹھیک اللہ کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنت وکان اللہ غفورا رحیما ومن تاب و عمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا [۴۰]

نویں صفت: جھوٹ اور لایعنی کاموں سے احتراز

والذین لایشھدون الزور واذا مروا بالغو مروا کراما

"اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے، اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں"

اللہ تعالی کے نیک بندے لایعنی کاموں میں شرکت سے احتراز کرتے ہیں، چوں کہ ان کے سامنے اعلی مقاصد ہوتے ہیں اس لیے لایعنی اور بے فائدہ مشاغل کے لیے ان کے پاس فرصت ہی نہیں ہوتی۔ صاحب مظہری نے "زور" کا ترجمہ جھوٹی گواہی سے کیا ہے۔[۴۱]

اگر زور کا ترجمہ جھوٹی گواہی کیا جائے تو وہ بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس سے ایک انسان کی حق تلفی ہوتی ہے۔ مظہری نے بغوی کے حوالے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا" جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگائے جائیں اور اس کا منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔[۴۲]

مفتی محمد شفیع صاحب نے "معارف القرآن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے جس میں اس سے مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے مراد لیے گئے ہیں"[۴۳]

حوالہ جات

۱۔ بنی اسرائیل ۱۷ : ۳

۲۔ لقمان ۳۱ :۱۹

۳۔ الہندی، علامہ علاء الدین المتقی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالہ، بیروت، کتاب الحج۔ باب کتاب الحج و مندوباتہ، رقم ۱۲۶۲۲

۴۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابو الفداء، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ترجمہ مولاما محمد جونا گڑھی، ج، ۴، ص، ۱۹

۵۔ قاسمی، مولانا محمد ارشاد، شمائل کبریٰ، دار الناشر، لاہور، ۲۰۱۶، ج، ۳ص ۲۹۶

۶۔ ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر زاد المعاد، نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۱۹۹۰، ج ۱، ص ۱۸۰

۷۔ تھانوی، مولانا محمد اشرف علی، تحفۃ العلماء، مکتبہ عمر فاروق کراچی، ۲۰۱۰، ج ۲، ص ۵۹۵،

۸۔ المؤمن ۴۰ :۸۱

۹۔ النحل ۱۶ :۲۳

۱۰۔ ترمذی، محمد بن عیسی، السنن، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۹، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الکبر، ص ۶۰۸، حدیث نمبر ۱۹۹۹

۱۱۔ القصص ۲۸ :۵۵

۱۲۔ عثمانی، مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی، تاج کمپنی، کراچی ج ۲، ص ۶۷۵،

۱۳۔ المزمل ۷۳ : ۶

۱۴۔ بنی اسرائیل ۱۷ : ۷۹

۱۵۔ نعمانی، مولانا محمد منظور، معارف الحدیث، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ ج، ۳ص ۲۱۲

۱۶۔ ایضاص، ۲۱۶

۱۷۔ ابو داؤد، سلمان بن اشعث، السنن، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۹، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ، ص ۱۸۵، حدیث نمبر ۸۷۴

۱۸۔ النور ۲۴ :۳۷

۱۹۔ البقرۃ ۲ : ۲۰۱

۲۰۔ آل عمران ۳ : ۱۸۵

۲۱۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، دار السلام، ریاض، ۱۹۹۹، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانھا مخلوقۃ، ص، ۵۴۴، حدیث نمبر ۳۲۶۵

۲۲۔ التحریم ۶۶ : ۶

۲۳۔ الفرقان ۲۵ : ۶۶

۲۴۔ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، خزینہ علم وادب، لاہور جلد ۸ صفحہ ۳۳۰

۲۵۔ الاعراف ۷ :۳۱

۲۶۔ عثمانی، مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی، تاج کمپنی، کراچی، ج ۱، ص ۲۶۹

۲۷۔ سواتی، مولانا صوفی، عبد الحمید، تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۱۹۹۴، ج ۱۳، ص ۱۵۰

۲۸۔ ترمذی، محمد بن عیسی، السنن، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۹، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، ص ۶۰۰، ح ۱۹۶۲

۲۹۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن،لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ج۳ص ۳۶۴

۳۰۔ بنی اسرائیل ۱۷ : ۲۹

۳۱۔ النساء ۴ : ۱۱۶

۳۲۔ ترمذی، دارالسلام، ریاض، ۲۰۰۹، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب و من سورۃ الفرقان، ص ۹۴۳۔۹۴۴ حدیث نمبر ۳۱۸۲

۳۳۔ ڈاکٹر، اسرار احمد، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، لاہور، ج۵، ص ۲۶۶

۳۴۔ المائدہ ۵ : ۳۲

۳۵۔ ترمذی، دارالسلام، ریاض، ۲۰۰۹، کتاب الدیات عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی تشدید قتل مومن، ص، ۴۴۳ حدیث نمبر ۱۳۹۵

۳۶۔ بنی اسرائیل ۱۷ : ۳۲

۳۷۔ ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء لایزنی الزنی وھو مؤمن، ص، ۸۳۷، حدیث نمبر ۲۶۲۵

۳۸۔ الفرقان ۶۸:۲۵

۳۹۔ الفرقان ۲۵: ۶۹

۴۰۔ الفرقان ۲۵ : ۷۰۔۷۱

۴۱۔۔ پانی پتی، قاضی ثناءاللہ، تفسیر مظہری، خزینہ علم وادب، لاہور، ج۸، ص، ۳۳۵

۴۲۔ ایضا

۴۳۔ مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۰، ج۶ص، ۵۰۷

۴۴۔۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفداء، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ترجمہ مولا محمد جونا گڑھی، ج۴، ص، ۲۵

۴۵۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج۳ص، ۴۷۰

۴۶۔ الفرقان ۲۵: ۷۴

۴۷۔ ابوداؤد، کتاب الخراج ولامارۃ والفیء، باب مایلزم الامام من حق الرعیۃ، ص، ۵۹۵، حدیث نمبر ۲۹۲۸

۴۸۔ الفرقان ۲۵ : ۷۴

۴۹۔ یٰسین ۳۶ : ۵۸

۵۰۔ الفرقان ۲۵ : ۷۶

۵۱۔ بخاری، کتاب الجہاد ولسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، ص، ۴۷۸، حدیث نمبر ۲۸۹۲

۵۲۔ الفرقان ۲۵ : ۷۷

۵۳۔ الفرقان ایضا۔